افکار و مطالعات

قاضی اطہر مبارک پوری

یہ بات بڑے افسوس کی ہے کہ مسلمانوں کے اندر نئے خیالات آکر ان کی عملی اور اعتقادی قوت میں اضمحلال پیدا کر رہے ہیں، اور یہ بات اس وقت اور کھل جاتی ہے جب کہ اصلاح کا نام لیا جاتا ہے، ہندوستان میں ایک چھوٹی سی جماعت ایسی ہے جو صرف کتاب اللہ کو معیار حق قرار دینے پر مصر ہے، اور احادیث کے تمام تر ذخائر کو حجت اور قابل اعتماد نہیں سمجھتی، یہ جماعت اپنے نظریات کی رو سے ایسی مذہبی زندگی کی حامی ہے، جو آجکل کی دوسری قوموں میں پائی جاتی ہے، اور جو کہنے کو کسی ایک مذہب سے متعلق ضرور ہے، مگر نہ اس کا سر پیر ہے اور نہ ہی کوئی اعتقادی اور عملی نظام ہے، ممکن ہے یہ جماعت اس بات کا اقرار نہ کرے مگر تمام تر احادیث رسول ؐ کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے نتیجہ میں یہی صورت حال برپا ہو گی، اس گروہ کے نزدیک جب رسول ؐ کی احادیث کا کوئی اعتبار نہیں تو صحابہ کرام ؓ کے اقوال و افعال کا کیا اعتبار

اسی طرح بعض جماعتیں معیار حق صرف کتاب و سنت قرار دینے پر مصر ہیں، اور ان کے نزدیک کتاب و سنت سے نیچے اترنا اسلامی روح کے خلاف ہے، اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ جہاں تک عقائد، فرائض اور حلال و حرام، اور اسی قسم کے دوسرے بنیادی حقائق کا تعلق ہے بیشک ان کے لیے کتاب و سنت ہی معیار ہیں مگر کتاب و سنت کی تشریح و توضیح اور اسلام کو اصل خد و خال کے ساتھ سمجھنے کے لیے صحابہ کرام ؓ کو بھی معیار بنائے بغیر چارہ نہیں ہے،

کیونکہ صحابہ کرام ہی اسلامی اعتقاد و عمل کے ابتدائی نمونے ہیں، اور کتاب و سنت نے ان ہی کو تربیت دیکر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، پس ان کو بھی معیار حق ماننا پڑے گا، اور کتاب و سنت کی تشریح و توضیح کے لیے ان کے اقوال و اعمال کے بغیر کام نہیں چلے گا، جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم عبادات اور فقہی معاملات و مسائل میں معتبر ہیں، اسی طرح اسلامی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کا اعتبار کیا جائے گا، البتہ ان کے باہمی مشاجرات یا اسی قسم کا اور کوئی بشری معاملہ ہو گا تو یہ ان کی مقدس ذات تک محدود رہے گا، بہر حال صحابہ کرام کے معیار حق ہونے سے متعلق انکار کی گنجائش نہیں،

دنیا نے قدیم طرز حکومت سے گھبرا کر نئے نئے اسلوب تلاش کیے، اور ان کے واسطے خوش کن نام بھی تلاش کیے، مگر چونکہ یہ نئی طرز کی حکومتیں اور نئے نام اپنے اندر قدیم طرز حکومت سے زیادہ مفاسد رکھتے تھے اس لیے تجربات کی دنیا میں آکر وہ بھی اپنے تشکیل دینے والوں کے ہاتھوں دفن ہوتے جا رہے ہیں، اور ان کی نا اہلیت اور لغویت ایک نسل تک بھی نہ چل سکی، تقریباً ۲۳ سال تک تجربہ کے بعد ترکی نے اپنی لادینی اور ملحد حکومت کو لغو قرار دیا، اور مرحوم مصطفےٰ کمال کے آمرانہ طرز حکومت اور طرز سیاست کو بدل کر ثابت کیا کہ بے دین سلطنت سلطنت نہیں بلکہ نری آمریت اور چنگیزی ہے، اس سلسلہ کا دوسرا حیرت ناک انقلاب روس کی سرخ آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کا ہے، جس کی خبریں آجکل نام نہاد سوویٹ ری پبلک کے خود مالک و مختار بڑے شد و مد کے ساتھ دنیا میں عام کر رہے ہیں، اور ۳۰ سال کے تجربہ کے بعد چیخ اٹھے کہ روس کا سرخ طوفان ہلاکو خان اور چنگیز کی آمریت کا دوسرا ایڈیشن تھا، اور اسٹالن نے وہ سب کچھ کیا ہے جو عہد وسطی میں ایک ظالم سے ظالم تر شہنشاہ کر سکتا تھا، کیا عجیب حادثہ ہے وہی روس کی ناکام جمہوریت جس کے ارکان اس کے لیے آہنی دیوار بنے ہوئے تھے، آج وہی آمریت اور شخصیت کی سخت گرفت سے چیخ اٹھے ہیں، اور اپنے معصوم نجات دہندہ کی جبارت

اور سفاکی کو کھول کھول کر بیان کر رہے ہین، ان کے بیان کی روشنی مین ہمین وہ تمام واقعات صاف نظر آنے لگے ہین جن کو اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب سے لیکر آج تک سوویٹ یونین کی آہنی دیوار کے اندر ظلم و ستم کے رنگ مین ڈکٹیٹر شپ اور آمریت اجاگر کرتی رہی ہے، اور برطانیہ اور امریکہ کی خبر رسان ایجنسیان سوویٹ روس کے بارے مین جو خبرین ایک زمانہ سے دے رہی ہین، وہ سب اپنی جگہ صحیح ہین، دنیا کی سب سے زیادہ عظیم الشان عوامی جمہوریت کی یہ پردہ دری خود ارکان جمہوریت کے ہاتھون دنیا کی سیاست کے لیئے اہم ترین واقعہ ہے اور ہمارے لیئے تاریخ کا اعادہ ہے ،

آج کی دنیا اپنے افکار و خیالات اور اعمال و کردار مین عبوری دور سے گذر رہی ہے اور فی زمانہ کوئی نظریہ کسی حقیقت ثابتہ پر مبنی نہین ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے، کیونکہ آجکل کے افکار و نظریات جن دماغون سے پیدا ہوتے ہین، وہ خود کوئی ٹھوس بنیادی حیثیت نہین رکھتے ہین، اور ان کی عقل و تجربہ کی ہر راہ روشنی سے محروم ہے، یورپ اور ایشیا کے متشککین، سوفسطائین اور مادئین اپنے تشکیکاتی نظریات اور مادی خیالات اور سوفسطائی اوہام کی رو مین بہہ رہے ہین، اور اس بحران مین ان کو کوئی سکون کی منزل نظر نہین آتی ،

یہی وجہ ہے کہ کل کے نظریات آج تیزی سے بدل رہے ہین، اور دنیا خود اپنے بنائے ہوئے اصولون سے منحرف ہوتی جا رہی ہے، آج سے تیس چالیس سال پہلے جو خیالات پیدا ہوئے اور جن کو دنیا نے اٹل گردانا وہی خیالات آج غلط در غلط ہوتے جا رہے ہین، اس کی وجہ صرف یہی کہ آج سوچنے سمجھنے کا معیار غلط بنیادون پر قائم ہے اور اس کو وہ ٹھوس مقام حاصل نہین ہے، جو یقین کامل، عزم محکم اور اعتقاد راسخ پیدا کرتا ہے، اور جس پر پہنچکر انسانیت ہر طرح کا امن و سکون پاتی ہے، اور جسم و روح دونون اپنے کو ہر طرح محفوظ و مطمئن پاتے ہین ،

مگر اس فکری بیچینی اور تجرباتی الجھن کے باوجود دنیا ان بے بنیاد خیالات اور پریشان کن افکار کا تیزی سے شکار ہو رہی ہے، اور سب کچھ جاننے کے باوجود دن بدن نئی نئی الجھنون مین مبتلا ہوتی جا رہی ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آج خیالات و افکار کی اشاعت کے ذرائع اور وسائل بہت زیادہ بڑھ گئے ہین، اور ان پر ان ہی غلط کارون کا قبضہ ہے جو اپنی ذہنی پریشانیون اور فکری الجھنون کی اشاعت سے دنیا کے عام مزاجون کو متاثر کر دیتے ہین، ورنہ اس سے پہلے بھی دنیا کی علمی و فکری فضاؤن مین متشککین کے شکوک و شبہات، مادئین کے بیہودہ افکار و خیالات اور سوفسطائین کے غلط نظریات و مزعومات اجاگر ہوا کرتے تھے، اور خال خال طبقون مین اپنے اثرات پھیلاتے تھے، لیکن چونکہ ٹھوس افکار کے مقابلہ مین ان کو بنیادی مقام نہین ملتا تھا، اس لیئے وہ چند دنون مین اپنی موت آپ مر جاتے تھے، اور اس زمانہ کے اہل علم و فن ان کا رد کر کے ہر طرح ان کی قباحت اور لغویت کو ظاہر کر دیا کرتے تھے، بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اس مین غلط خیالات عام ہین اور وسائل و اسباب کے لحاظ سے بھی فسادیون کو برتری حاصل ہے اس لیئے ان کا پروپیگنڈہ عام ہو جاتا ہے،

آج کے سوفسطائی خیالات مین پڑ کر دنیا کی ہر بڑی قوم اور بر سر اقتدار طاقت بری طرح مار کھا چکی ہے، اور وہ اپنے دل و دماغ کے اعتبار سے نہ صرف خالی ہو چکی ہے، بلکہ اس کے ذہنی خلا مین باطل خیالات بھر چکے ہین، ہر قوم اور ہر طاقت قدیم اور ٹھوس بنیادون کو چھوڑ کر جدید اور کمزور ریگ کے تودون پر پہنچ چکی ہے، اس لیئے نظریاتی تبدیلی اور خیالاتی انقلاب کے باوجود مستقبل قریب مین کسی خوشگوار انقلاب اور سکون بخش تبدیلی کی امید نہین ہے، البتہ ایک قوم اگر اپنے کو اس خدمت کے لیئے تیار کرے تو ساری دنیا مین امن و سکون کی فضا پیدا ہو سکتی ہے اور مشرق و مغرب

کا موجودہ بحران کسی خوشگوار سکون کے حق میں ختم ہو سکتا ہے، یہ مسلمان قوم ہے جو مشرقِ وسطیٰ میں بلا شرکت غیرے ہر طرح قابض و دخیل ہے، جس کے پاس اسلام کی ٹھوس تعلیمات بھی موجود ہیں، اور اقتدار و حکومت کی زمام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، اگر مشرقِ وسطیٰ کے مسلم عوام اور ان کی حکومتیں آگے بڑھ کر اور اپنی شاندار روایات اور عالمگیر افکار کی افادیت و سالمیت کو ڈھال کر موجودہ دور کے باطل رجحانات کے مقابلہ میں آجائیں اور اپنے فکر و عمل سے ان کا دفاع کریں تو چند دنوں میں یہ تحریک ساری دنیا کو صحیح راہ پر لگا سکتی ہے، ورنہ کم از کم یہ ہو سکتا ہے کہ مشرقی دنیا تباہی و بربادی کے اس خطرناک انجام سے محفوظ رہے جس کے تصور سے انسانیت کانپ کانپ جاتی ہے، مشرقِ اوسط کے مسلمانوں اور حکومتوں کو اس سلسلے میں دو کام کرنے ہوں گے، ایک سلبی اور دوسرا ایجابی، یعنی پہلے تو سیکڑوں سال کے ان باطل خیالات کا صفایا کرنا ہوگا جو مغربی اقوام کی غلامی کے زمانہ میں ہمارے اندر آئے، اور ہم نے انھیں اسلامی روایات اور مسلمات کے مقابلہ میں پسند کیا، پھر اس کے بعد قوم پرستی، نسل پرستی اور وطن پرستی کے نام پر نہیں بلکہ دین پرستی، خدا پرستی اور اسلام پرستی کے نقطۂ نظر سے ہمیں ان تمام مسلمات اور عقائد کو اپنانا پڑے گا جن کو اسلام نے فلاح و نجاح کا واحد ذریعہ بتایا ہے اور جو ہمارے اعتقاد میں اور واقعہ میں انسانیت کی بحالی کا آخری اور واحد نسخہ ہے، اور جس کے اصولوں کو اپنائے بغیر موجودہ دنیا کی اصلاح ناممکن اور محال ہے،

اگر مشرقِ وسطیٰ کی یہ زندہ قوم یورپ کے واہیات خیالات اور مہلک افکار کے مقابلہ میں اسلام کے نجات دہندہ فکری نظام کو برتر ثابت کرنا چاہتی ہے اور وہ یورپ کی قوم پرستی، نسل پرستی اور وطن پرستی کے ساتھ ان مہلک خیالات و افکار کو شکست دینا چاہتی ہے، تو سب سے پہلے ان خیالات و افکار کو تنقیدی نقطۂ نظر سے حاصل کرنا چاہیئے اور مغربی دورِ تسلط اور غلامی کے علی الرغم مغربی افکار و احساسات کو تسلیم و رضا کے لئے نہیں بلکہ ابا ر و انکار کے لئے تنقیدی طور پر حاصل کرنا چاہیئے، ساری دنیا میں نئے خیالات نے اسی لئے تباہی برپا کی ہے کہ ہر قوم نے ان کو مرعوبیت کے ساتھ حاصل کیا تھا، اور ان کے نام پر سرِ تسلیم خم کر دیا تھا،

اس کے لئے ضروری ہے کہ جو لوگ نئے خیالات کو تنقیدی طور سے حاصل کریں پہلے ان کا دماغ تنقیدی حقوق و اسلحہ سے آراستہ ہو اور وہ میدان میں اترنے سے پہلے اپنے کو ہر طرح محفوظ محسوس کر سکیں، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے طلبہ کے ذہن پہلے سراسر اسلامی بنائے جائیں، اور ان کو اسلامی عقائد و مسلمات کے حربے سے لیس کر دیا جائے، تاکہ وہ ہر نئے مسئلہ اور جدید نظریہ کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھیں اور اس کے مقابلہ کے لئے نئی راہیں سوچیں اس کام کے لئے وہ تمام پرانے نصاب اور اس کے پڑھے ہوئے ہمارے پرانے تعلیم یافتہ قطعاً بے کار ہیں، جنھوں نے اسلامی علوم و عقائد کی ابجد بھی نہیں پڑھی ہے، اور مغربی علوم کے پروفیسر اور ڈاکٹر ہیں، ایسے لوگ بوعلی سینا، ابو نصر فارابی تو بن سکتے ہیں، مگر فخر الدین رازی، امام غزالی، ابو الحسن اشعری اور ابوبکر باقلانی نہیں بن سکتے، حالانکہ یورپ کے مقابلہ کے لئے ہمیں حکماء کی ضرورت نہیں ہے متکلمین کی ضرورت ہے، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے علماء پہلے مسلمان ہوں پھر حکیم و فلسفی اور سائنسدان ہوں،

اگر مصر، شام، عراق، سعودی عرب، پاکستان، ایران، افغانستان وغیرہ اس معاملہ میں آگے بڑھیں تو ایشیا میں اُن کی فکری صلاحیت بڑی حد تک امن و سکون بہم پہنچا سکتی ہے اور مسلمان قوم پھر امن و امان کی پیغامبری کر کے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہے،